فکری انتشار کی وجوہات، اس کے نتائج اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں امن عالم کا قیام

ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی*

In this era there is disorder in the world the main of it is that we are not following the teachings of the Holy Prophet for the ending of this intelectual disorder belief is very important. If we see the history pages of the world it will be clear that Islam is the only religion which can provide peace to the age. The demonstrations of the Holy Prophet can take the people out from the darkness. In this article we have attempted to highlight this point that the following of prophet is the only thing which can control confusions of the world and import peace to world.

انسان کی اہمیت:

انسان فطرت کا وہ انمول ہیرا ہے جس کی چمک دمک سے کائنات کا حسن دوبالا ہوتا ہے یہ قدرت کا وہ حسین شاہکار ہے جو ظاہری اور باطنی اوصاف ومحاسن کے اعتبار سے، شکل وصورت اور جبلت وفطرت کے اعتبار سے ''احسن تقویم'' کہلاتا ہے۔ مگر اس کے حسن کی بقاء وارتقاء ان اصول وقوانین کی پیروی میں مضمر ہے جو ایک کامل اور جامع سیرۃ النبی ﷺ کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ سیرت اسے ان رفعتوں سے ہمکنار کرنا چاہتی ہے جہاں یہ خدا کا قرب حاصل کر کے اس کائنات کی تخلیق وتعمیر اور تکمیل میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے اور دنیاء ارضی کو امن سے بھر دے۔ سیرۃ النبی ﷺ کے عطا کردہ اصولوں کی پاسداری انسان کے ظاہری و باطنی صحت وحسن کو جلا بخشتی ہے، اُس کی فکر کو منتشر ہونے کے بجائے واضح صحت مند اور ٹھوس رخ عطاء کرتی ہے، اور اسے احسن تقویم کے مقام رفیع پر فائز کرتی اور ان سے انحراف اسے ''اسفل السافلین'' کی پستیوں اور کھائیوں میں گرانے کا ذریعہ بنتی ہے۔(۱)

فکری انتشار، وجوہات ونتائج:

فکری انتشار سے مراد کسی ایک انسان، طبقہ قوم یا گروہ کا اپنے زندگی کے تمام انفرادی واجتماعی معمولات میں کسی ایک ٹھوس فکر، نظریہ، لائحہ عمل یا طریق کار کو اختیار نہ کرنا، بلکہ مختلف معاملات میں اور متعدد

* چیئرمین، شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وتمدن، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مقامات پر اپنے طرز فکر کو بدلتے رہنا اور ہر نئے مسئلہ یا واقعہ میں مختلف طریق کار اختیار کرنا ہے۔ مثلاً اپنی قوم کے ساتھ معاملات میں اور طریقہ اور غیر قوم کے ساتھ اور طریقہ اختیار کرنا۔ اپنے بچوں اور خاندان و قبیلہ کے ساتھ تعلقات اور غیر برادری کے ساتھ تعلقات میں فرق رکھنا یا اپنی ذات کو باقی تمام انسانوں کے مقابلہ میں کچھ اور حیثیت کا حامل قرار دینا۔ گویا زندگی کے تمام معاملات اور تعلقات میں مختلف طرز فکر اختیار کرنا فکری انتشار کہلاتا ہے۔ جس طرح یہودی خود کو اللہ تعالیٰ کی محبوب مخلوق اور بقیہ انسانوں کو حقیر تصور کرتے ہیں یا دور حاضر میں امریکہ خود کو ساری دنیا کے لوگوں سے اعلیٰ تصور کرتا ہے، یا اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے ملک کے باشندوں کے ساتھ رویہ اور رکھنا اور بقیہ انسانوں سے رویہ مختلف رکھنا یہ اور اس قسم کے تمام افعال فکری انتشار کی پیداوار ہیں۔ کیونکہ کسی فرد یا قوم کے اعمال میں یہ طرز فکر واضح کرتا ہے کہ ان میں فکری وحدت مفقود ہے۔

انسانی تاریخ اس بات پر شاھد ہے کہ انسانوں کے احسن تقویم بننے کی وجہ سے دنیاء ارضی امن کا گہوارہ بن جاتی ہے، اور لوگوں کو ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے اور نوع انسانی میں فکری انتشار ختم ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں انسانوں کے اسفل السافلین ہو جانے کی وجہ سے بنی نوع انسان میں ذہنی انتشار پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایسا فساد فی الارض رونما ہوتا ہے کہ تمام عالم الامان والحفیظ پکار اٹھتے ہیں جس کو قرآن مجید نے اس طرح واضح کیا ہے

ظهرا لفساد فی البر و البحر بما کسبت ا ید ی الناس. (الروم41)

خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔

مزید اسفل السافلین کے ہیروز کی کارکردگی اس طرح بیان کی۔

ان الملوک اذا د خلو ا قریة افسد وها (النحل34)

بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اُسے خراب اور اُس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

یذ بح ابناء هم و یستحیی نساء هم ا نه کان من المفسدین . (القصص 4)

اُس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اُس کی لڑکیوں کو جیتے رہنے دیتا فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا۔

ان حالات میں حیرت انگیز عمل یہ ہے کہ جب انہیں اس فساد سے روکا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں۔

واذا قیل لهم لا تفسدو افی الارض قالو ا انمانحن مصلحون.(البقرة11)

جب اُن سے کہا گیا زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

اس فساد فی الارض کی چند مثالیں یہ ہیں:

فکری انتشار کے نتیجہ میں زمین پر فساد کا پہلا مظاہرہ اولادِ آدمؑ ہابیل وقابیل کے درمیان نظر آتا ہے اس کے علاوہ دیگر مذاہب میں روا رکھی جانے والی قتل و غارت گری کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ فسادات قتل و غارت گری سے بھری ہوئی ہیں۔ یجروید میں لکھا ہے! یہی اگنی۔ غارت گری کی جنگ میں مال غنیمت لائے۔ اے اگنی ہمارے مزاحمت کرنے والی جماعتوں کو مغلوب کر مزید مہابھارت کی جنگ میں کورو اور پانڈو قوم کے پانچ کروڑ افراد میں سے صرف بارہ آدمی باقی بچے۔(۲) یہودیوں کے فسادات کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن نے جہاں یہ بتایا کہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں نقص عہد کرتے ہیں وہیں ان کا سب سے بڑا جرم یہ بھی تھا کہ:

یقتلون الا نبیاء بغیر حق(آل عمران 112)

انبیاء کو خیر اور بھلائی کی طرف بلانے کی وجہ سے وہ قوم ان کو سزا کے طور پر قتل کر دیتی تھی۔

اسی طرح عیسائیوں اور مجوسیوں نے بربریت کی ان مٹ مثالیں قائم کی ہیں ان کے ہاں اپنے دشمنوں کو قتل کرنا، فصلوں و باغوں کو تباہ کرنا، بستیوں کو جالانا باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے یہود نے اپنے معاصر اہلِ مذہب پر زیادتیاں کیں حضرت عیسیٰؑ کو بقول متی انجیل کے صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ پیٹ پھاڑ کر انتڑیاں نکال دی گئیں۔(۳)

1- مقدس شہر یروشلم میں یہودیوں کی اپنی لڑائیوں اور باہر سے فاتحین کے ذریعہ ۱۰ے قبل از مسیح میں ۴۰ ہزار اشخاص ذبح کئے گئے ☆ ۱۱ے قبل از مسیح میں ایک لاکھ ۲۰ ہزار اشخاص مارے گئے ☆ ۹۵ے قبل از مسیح میں ۱۱ لاکھ یہودی مارے گئے ☆ ۳۶ـ۱۳۵ ق۔م میں ۵ لاکھ ۸۰ ہزار یہودی ذبح ہوئے۔(۴)

2- یمن کے یہودی حکمران بونواس نے یمن میں خندق کھدوائی اور تیس ہزار کے قریب ان عیسائیوں کو زندہ جلوا دیا جنہوں نے یہودیت اختیار نہ کی۔(۵)

3- انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں درج شدہ مضمون ''اسپین'' کے مطابق ۱۴۹۲ء میں اسپین میں اسلامی

سلطنت کا خاتمہ ہوا ساڑھے تین لاکھ مسلمانوں کو مذہبی عدالت میں پیش کیا گیا۔ ان میں سے ۲۸۵۴۰ کو سزائے موت ملی اور ۱۲۰۰۰ کو زندہ جلا دیا گیا ☆ بقول رابرٹ بریفوڈ یڑھ لاکھ کے قافلے میں سے ایک لاکھ مسلمانوں کو اسپین میں قتل کر دیا گیا ☆ روس میں کمیونزم کے انقلاب میں اڑھائی سے ۴ کروڑ انسان ہلاک ہوئے ☆ کوریا میں صرف دو سال میں ۵۰ لاکھ مرد اور عورتیں ہلاک ہوئیں۔ ایک کروڑ لوگ زخمی ہوئے ☆ چین میں کمیونزم نافذ کرنے کیلئے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی دی گئی۔(۶)

4- جنگ عظیم اول اور دوم میں مندرجہ ذیل انسانی جانیں ضائع ہوئیں:

☆ جنگ عظیم اول میں دو کروڑ ۳۷ لاکھ ۳۸ ہزار افراد مارے گئے۔

☆ جنگ عظیم دوم میں 6 کروڑ اشخاص لقمہ اجل بنے اور 6 کروڑ گم ہو گئے۔(۷)

فکری انتشار کے خاتمہ میں عقیدہ کی اہمیت:

ان تمام واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر ذرا ٹھہر کر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان تمام ظلم ستم اور امن عالم کو تہ و بلا کرنے کی وجہ ایک تو ذہنی انتشار ہے اور دوسرا انسان کے سوچ و فکر کی غلطی ہے اور ان دونوں کی بنیاد کسی عقیدہ پر ہوتی ہے۔ دنیا میں مجرد عقل یا مجرد عمل کبھی نہیں ہوتا، ہر عقلی نظریہ کے پس منظر میں متعدد واقعات اور ماحول کا ردعمل ہوتا ہے، اسی طرح کسی عمل کی پشت پر کوئی پختہ سوچ اور فکر جس کو عقیدہ کا نام دیا جاتا ہے کارفرما ہوتی ہے۔ مثلاً 1917 کے کیمونسٹ انقلاب کی قتل و غارت کی پشت پر سرمایہ دارانہ نظام سے نفرت کا عقیدہ کارفرما تھا۔ اسی طرح جنگ عظیم ثانی میں ہٹلر کی قتل و غارت کی وجہ جرمن قوم کی عظمت یعنی عقیدہ وطنیت تھا۔ یہی صورت حال تمام قدیم و جدید فسادات میں ہمارے سامنے ہے ان تمام واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحیح عقیدہ انسان کو احسن تقویم اور غلط نظریہ اُسے اسفل السافلین اور فکری انتشار کا باعث بنا دیتا ہے۔

ان تمام مفسدین کی خون بھری داستانوں کے برعکس جب ہم تاریخ کا دوسرے رخ پر مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ ایسی عظیم ہستیاں جنہوں نے اپنے صحت مند اور جاندار عقیدہ کی وجہ سے نوع انسانی کو ذہنی سکون فراہم کیا، دینا کو امن کی وادی بنایا وہ تھیں جن کا عقیدہ صحیح تھا۔ مثلاً قبل از عیسوی حضرت طالوت، حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام، سکندر ذوالقرنین، حضرت یوسف علیہ السلام اور تاریخ اسلام کے خلفاء راشدین، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اس طرح کی دوسری شخصیات نے ہی علمی فیضان، مثالی تہذیب و تمدن،

فطری ضابطہ حیات (دین)، تربیت نفوس، واضح نظام سلطنت، وحدت انسانیت، بے لاگ نظام عدل و انصاف، انسان دوست فوجداری نظام اور رنگ خون، قوم وطن کے تعصّبات سے پاک پیغام ہم تک پہنچائے ہیں، یہ وہ پیغام ہیں جن کا ڈنکا آج تک دنیا کی تمام اقوام میں بج رہا ہے۔

بہترین عقیدہ کی خصوصیات:

عقیدہ کے میدان وہ عقیدہ ذہنی آسودگی اور امن عالم کا ذمہ دار ہوسکتا ہے جو دو واضح خصوصیات کا حامل ہو۔

1- اُس میں دنیاوی نگرانی وتحریص کے ساتھ ساتھ کسی غیر مرئی طاقت کی نگرانی اور موت کے بعد والی زندگی یعنی اُخروی زندگی میں بھی تحریص کا عنصر شامل ہو۔

2- اُس عقیدہ میں کوئی ایک ایسی شخصیت یا چند شخصیات رول ماڈل، نمونہ یا مثال کے طور پیش کی جاسکتی ہوں جنہوں نے ایک تو انسانی زندگی کے تمام مراحل میں بھر پور حصہ لیا ہو اور دوسرا اُن کی تمام زندگی نوع انسانی سے محبت، مساوات اور بے لاگ عدل وانصاف کا مرقع مزید ہمہ قسم کے رنگ، خون، وطن اور معاشی تعصّبات سے بالاتر ہو۔

اگر ہم ان معیاروں کو سامنے رکھیں اور تاریخ عالم پر نظر ڈالیں تو صرف اور صرف اسلام ایک ایسا دین، نظریہ یا زندگی گزارنے کا طریقہ ہے جس میں یہ دو خصوصیات ہمیں میسر ہیں۔ اس میں زندگی گزارنے کے لئے فطری لائحہ عمل بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا تصور اور عالم آخرت کی جوابدہی کا احساس بھی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ایک ایسی کامل اکمل اور مکمل شخصیت محمد ﷺ ہے جو زندگی کے تمام مراحل میں ہمارے لئے بہترین رول ماڈل نمونہ یعنی اُسوہ حسنہ ہے۔(۸)

سیرۃ النبی ﷺ کی جامعیت ووسعت:

سیرۃ النبی ﷺ کی سراسر سرتاسر اور سرتاپا خیر بھری اور نوع انسانی کے لئے فائدہ مند تعلیمات کے دائرہ میں والدین اور اولاد، اُستاد اور شاگرد، شوہر اور بیوی، قربت داروں، سسرالی رشتہ داروں، ہمسایوں، مریضوں، آجر واجیر، مالک اور غلام، سائلین ومحرومین، مساکین ومعذورین، اُمتِ مسلمہ اور بنی نوع انسان تمام شامل ہیں۔ گویا اُن کا دائرہ فرد سے لے کر خاندان، معاشرہ، جمیع المسلمین اور بنی آدم تک پھیلا ہوا ہے اور یوں اس میں بچے اور بوڑھے، حکومت اور اس کے کارکن، سرمایہ دار اور محنت کار، سردار اور قبائلی، وڈیرہ

اور ہاری، زمیندار اور مزارع، خان اور، ملک اور اس کے باشندے وغیرہ سبھی شامل ہو جاتے ہیں۔

آنحضورﷺ کی زندگی کے تمام امور کے بارے میں تعلیمات و ہدایات جامع، ٹھوس بنیادوں کی حامل، فطرت انسانی کے عین مطابق اور اپنی اثر انگیزی کے لحاظ سے پاتال سے لے کر عرشِ بریں تک حاوی ہیں۔ اس دور کے متعدد النوع فکری انتشاروں میں بنی نوع انسان کے لئے دنیاوی امن وسکون کی ضامن آپؐ کی ہدایات قرآن، حدیث اور سیرت کی حیثیت میں موجود اور ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم خود قدیم و جدید علوم پر دسترس رکھتے ہوں اور انہیں آنحضرتﷺ کے فرمودات، اسالیب، اطلاقات اور اقدامات میں ڈھونڈ سکتے ہوں۔ لہٰذا قرآن کریم اور احادیث کا بار بار مطالعہ نہ صرف بنی نوع انسان کے ذہنی انتشار کو سکون میں بدل کر ہمیں موجودہ مسائل کے حل کا اہل بناتا ہے بلکہ ہمارے سامنے نئے نئے امکانات، نئی نئی جہتیں اور نئے نئے اسالیب بھی پیش کرتا ہے۔ آنحضرتﷺ نے اسی سلسلے میں فرمایا:

علماء کبھی اس کتاب (یعنی قرآن کریم) سے سیر نہ ہو سکیں گے، کثرت ذکر و تکرار تلاوت سے بھی اس کے لطف میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کے عجائبات (یعنی نئے نئے علوم ومعارف اور اسباب واسالیب) کا خزانہ کبھی ختم ہو سکے گا۔ (۹)

آنحضرتﷺ قرآن کریم کی بشری تجسیم تھے اور بقول معلّمہ امت حضرت عائشہ صدیقہؓ

"کان خلقه، القرآن" (۱۰)

یعنی آپ کی سیرت تعلیمات قرآنی کا مکمل نمونہ تھی، گویا آپﷺ مجسم قرآن تھے۔

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلامﷺ تاریخ کی ایک استثنائی شخصیت ہیں۔ آپ واحد انسان ہیں جن کی زندگی میں انسانیتِ اعلیٰ کے تمام پہلو اپنی کامل صورت میں جمع ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ گویا کامل انسانیت کا مطالعہ ہے۔ یہی بات قرآن میں ان لفظوں میں کہی گئی ہے کہ

انک لعلیٰ خلُق عظیم. (4:68)

بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبہ پر ہیں۔

سیرتِ رسول ایک جامع قسم کی انسانی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ وہ نہ صرف حیات بشری کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے بلکہ ہر قسم کے فکری انتشار کا حل اور مختلف زمانوں کی رعایت بھی اس میں کمال درجہ میں پائی جاتی ہے۔

فکری انتشار سے بچاؤ کیلئے سیرۃ النبی ﷺ سے استفادہ کا طریقہ:

رسول کی زندگی میں بلا شبہ حیاتِ بشری میں فکری انتشار کے حل کے لیے کامل نمونہ ہے۔ مگر اس نمونہ کو اس کی گہرائیوں کے ساتھ سمجھنے کے لیے ایسی سلیم الفطرت شخصیت درکار ہے، جس کی معرفت اتنی بڑھی ہوئی ہو کہ ایک خدا ہی اس کی تمام توجہات کا مرکز بن جائے اور تمام انسانوں سے بلا امتیاز رنگ وخون محبت اُس کے رگ و پے میں رچ بس جائے۔ مزید وہ زندگی کی حقیقت سے اتنا زیادہ باخبر ہو جائے کہ آخرت کے سوا ہر چیز اس کو بے حقیقت نظر آنے لگے۔ وہ معرفت کی اس سطح پر پہنچا ہوا ہو کہ اللہ کی یاد ہی اُس کی سب سے بڑی ذہنی سرگرمی بن گئی ہو تو ایسا انسان حقیقت شناس بن جاتا ہے۔ اور ایک سچا حقیقت شناس ہی سیرت کو اس کی تمام گہرائیوں کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ مزید آدمی حقیقت شناسی کے جس مرتبہ پر ہوگا اس کے بقدر وہ سیرت کے رموز کو سمجھنے میں کامیاب ہوگا۔

سیرت کا مطالعہ گویا معرفت کے سمندر میں غواصی ہے۔ غواصی کا یہ عمل قیامت تک جاری رہے گا۔ لوگ اپنی ہمت کے مطابق ہمیشہ اس سے نئے نئے موتی نکالیں گے۔ ہر دور کے انسان اس خزانہ سے مالا مال ہوتے رہیں گے، وہ کبھی کسی کے لیے خالی ہونے والا نہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے عرب میں اور اُن کے پیروکاروں نے دنیاء ارضی میں جو عظیم کامیابی حاصل کی اس میں سنت اور کامل سیرت کا بڑا دخل ہے۔ اس دنیا میں حقیقت پسندی ہی تمام کامیابیوں کی کنجی ہے۔ اور فکری انتشار کا حل بھی اِس میں مضمر ہے۔ قرآن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نمونہ ہے۔ بظاہر یہ ایک سادہ سی بات ہے مگر رسول ﷺ کی زندگی سے نمونہ لینے کے لیے گہری سمجھ کی ضرورت ہے۔ اگر آدمی کے اندر گہری سمجھ نہ ہو تو وہ بظاہر قرآن کا یا سنت یا سیرت رسول کا نام لے گا مگر حقیقۃً اس کے عمل کا قرآن وسنت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور وہ ہر وقت فکری انتشار کا شکار رہے گا۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ رسول ﷺ کی سنت کسی ایک چیز کا نام نہیں بلکہ وہ بہت سی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً ہم سیرت کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ رسول ﷺ تیرہ سال تک مکہ میں رہے مگر آپ نے کبھی کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو نکال کر پھینکنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر اسی پیغمبر کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد آپ کے حکم سے کعبہ کے تمام بت نکال کر باہر پھینک دیے گئے۔ ایک طرف ہم آپ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ مکی دور کے آخر میں آپ کے مخالفین آپ کے مکان کو تلوار لے کر گھیر لیتے ہیں اس وقت آپ خاموشی سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جاتے ہیں۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہی مخالفین احد کے موقع پر جب

تلوار لے کر آتے ہیں تو آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔(۱۱)

رسول ﷺ کی سیرت میں اس طرح کے مختلف نمونے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے نمونہ کو اپنانے کے لیے اور انسانی معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے اس حکمت کو جاننا ضروری ہے کہ کون سا نمونہ کس موقع کے لیے ہے۔اگر آدمی کے اندر یہ بصیرت نہ ہو تو بظاہر وہ سنتِ رسول پر عمل کرنے کا دعویٰ کرے گا۔مگر حقیقتہً وہ سنتِ رسول سے آخری حد تک دور ہو گا۔

جو شخص سنت کو سمجھنے کی بصیرت سے محروم ہو اس کا حال یہ ہو گا کہ جس موقع پر صبر کی سنت درکار ہو گی وہاں وہ قتال کی آیت کا حوالہ دے گا۔جن حالات میں دعوت کی سنت مطلوب ہو گی وہاں وہ جہاد کی سنت پر تقریر کرے گا۔جہاں صلح کی سنت پر عمل کرنا چاہیے وہاں وہ جنگ کی سنت پر عمل کرنے کا نعرہ لگائے گا۔

رسول ﷺ کی سنت میں بلاشبہ بہترین نمونہ ہے۔مگر یہ نمونہ انھیں لوگوں اور قوموں کے لیے نمونہ بنے گا جو اس معاملہ میں آخری حد تک سنجیدہ ہوں۔جن میں یہ مزاج نہ ہو کہ وہ اپنی خواہش کے لیے سنتِ رسول میں نمونہ تلاش کریں۔ بلکہ سنت رسول کے نمونہ پر اپنی خواہش کو ڈھالیں۔ جو گروہ اپنے آپ کو سنت رسول ﷺ کے سامنے جھکانے کا مزاج رکھتے ہوں مزید جو دل کی پوری آمادگی کے ساتھ رسول کو اپنی زندگی کا رہنما بنالیں، وہی دنیا سے بنی نوع انسان کے مابین عموماً اور مسلمانوں کے درمیان خصوصاً فکری انتشار ختم کر کے اُن کے لئے امن کی راہیں آشکارا کر سکتے ہیں۔آیئے اب اس سلسلہ میں سیرۃ النبی ﷺ میں موجود ہدایات میں سے چند گوشوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تمام عالم میں امن برقرار رکھنے اور فکری انتشار سے محفوظ رہنے کا پہلا اصول:

امن برقرار رکھنے اور فکری انتشار سے بچنے کا نہایت سادہ اصول یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہو۔حدیث میں آیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

لا یو من احدُ کم حتی یحبُّ لا خیة ما یحبُّ لنفسه. (۱۲)

کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد حدیث کی تمام کتابوں میں آیا ہے۔مثلاً مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

والذی نفسی بیده لا یو من عبد'' حتی یحبَّ لجاره اوقال لا خیه ما یحب لنفسه. (۱۳)

اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے پڑوسی (یا اپنے بھائی) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

ساری دنیا میں کوئی آدمی خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل ہو، ایک طبقہ سے تعلق رکھتا ہو یا دوسرے طبقہ سے، حتیٰ کی معذور ہو یا غیر معذور، ہر حال میں وہ یقینی طور پر اپنے لیے یہ اصول بنا لے کہ جو سلوک اس کو پسند آتا ہے وہی سلوک وہ دوسروں کے ساتھ کرے۔ اور جو سلوک اس کو پسند نہیں آتا اس سے وہ خود بھی پرہیز کرنے لگے۔

یہ ایک ایسا جامع اصول ہے جو عورت اور مرد، فرد اور قوم، ملکی اور غیر ملکی ہر ایک کے لیے کارآمد ہے۔ لوگ اگر اس اصول کو اختیار کر لیں تو خاندانی زندگی بھی بہتر ہو جائے اور سماجی زندگی بھی۔ قومی زندگی بھی خوش اسلوبی کے ساتھ چلنے لگے اور بین الاقوامی زندگی بھی۔ یہ گویا فکری انتشار سے دائمی آزادی کے لیے ایک شاہ کلید ہے۔ یہ ایک ہی کنجی تمام تالوں کو کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

مزید یہ بات بھی واضح ہے کہ جو آدمی اپنے اور غیر میں فرق نہ کرے وہ ایک با اصول انسان ہوگا۔ اس کے اندر ایک بے تضاد شخصیت پرورش پائے گی۔ اس کی یہ صفت اس کو کامل انسان بنا دے گی۔ جو دنیا میں امن کا داعی ہوگا۔

۲۔ دوسرا اصول:

یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا مومن ایک بے مسئلہ انسان ہوتا ہے۔ وہ ہر حال میں اور ہر ماحول میں مسٹر نو پرابلم بن کر رہتا ہے۔ اس معاملہ میں اس کی فکر اس قدر پختہ اور اس کی حساسیت اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ معمولی درجہ میں بھی کسی کے لیے مسئلہ پیدا کرنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا یہ حال تھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوتا اور اس کا کوڑا زمین پر گر پڑتا تو وہ کسی کو اتنی زحمت دینا بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ اس سے کہے کہ میرا کوڑا اٹھا کر مجھے دے دو بلکہ وہ خود گھوڑے سے اتر کر اپنا کوڑا اٹھاتا تھا۔ (۱۴)

حدیث میں بتایا گیا ہے کہ:

ویو مَن شرّہ (۱۵)

سب سے اچھا مسلم وہ ہے جس کے شر سے لوگ مامون رہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

یتقی الله ویدع الناس من شره (١٦)

مومن وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلم پر صدقہ ہے۔یعنی اس کو دینے والا بننا چاہیے۔پوچھا گیا کہ اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو۔آپ نے فرمایا کہ وہ محنت کر کے کمائے اور پھر اس میں سے دے۔پوچھا گیا کہ اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے۔آپ نے فرمایا کہ وہ زبان سے اچھا کلمہ کہے۔پوچھا گیا کہ اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکتے تو آپ نے فرمایا:

فلیمسک عن الشر فانه له صدقة.(١٧)

یعنی وہ اپنے شر کو دوسروں سے روکے۔کیوں کہ یہ بھی ایک عطیہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کامل ایمان والا مومن وہ ہے جو مجاہد بنے اور اللہ کے راستہ میں اپنے جان و مال کو خرچ کرے۔اور اس کے بعد وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے اور لوگ اس کے شر سے بچے ہوئے ہوں۔

قد کُفِیَ الناسُ شرَّہ.(١٨)

حدیث کی کتابوں میں کثرت سے اس قسم کی تعلیمات آئی ہیں۔ان کا خلاصہ یہ ہے کہ سماج میں رہنے والے تمام لوگوں کے لئے عموماً اور ایک مسلمان کے لیے خصوصاً کردار کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔اس کے بعد اسلامی کردار کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ وہ پوری طرح بے ضرر بنا ہوا ہو،وہ کسی کے لیے کسی بھی قسم کا کوئی چھوٹا یا بڑا مسئلہ پیدا نہ کرے۔یہاں یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ یہ اصول کسی انسان کے افکار کو صحت مند رخ عطاء کر کے اُس کی سوچوں کو منتشر یعنی فکری انتشار سے محفوظ رکھتے ہیں۔

یہی اخلاقی صفت کسی کے مومن و مسلم ہونے کی اصل پہچان اور مسلمانوں کے لئے ذہنی پریشانیوں سے نجات کی راہ ہے۔

حضرت ابوذر الغفاریؓ ایک مشہور صحابی ہیں۔انھوں نے مدنیہ کے پاس ربذہ میں ۳۲ھ میں وفات پائی۔ان سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔اس حدیث کا ایک حصہ یہ ہے:

دخلت المسجد فاذا رسول ﷺ وحده فجلست الیه فقلت. یا رسول الله ایّ المومنین افضل.قال احسنهم خلقا. قلت یا رسول الله فایّ المسلمین اِفضل

قـال مـن سلم اِلناس من لسانه ويده. قلت يا رسول الله فایّ الهجرة افضل قال من هجر السيئات.(۱۹)

میں مسجد میں داخل ہوا تو میں دیکھا کہ رسول ﷺ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے کہا کہ اے خدا کے رسول مومنوں میں سب سے زیادہ افضل کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔ پھر میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول، سب سے افضل مسلم کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے تمام بنی نوع انسان محفوظ ہوں پھر میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول، سب سے افضل ہجرت کون سی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی ہجرت جو برائیوں کو چھوڑ دے۔

اسلام کا مطلوب انسان:

اس حدیث رسول سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام جو انسان بنانا چاہتا ہے وہ کیسا انسان ہوتا ہے یہ وہ انسان ہے جو اپنے عقیدہ کی پختگی کی وجہ سے فکری انتشار سے آزاد ہو اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں بہترین اخلاق کا ثبوت دے۔ یہ وہ انسان ہے جس کے اندر ذمہ داری کا احساس اس طرح جاگ اٹھے کہ وہ اپنی زبان سے کسی کا دل نہ دُکھائے، اس کے ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ وہ ہر اس عادت اور ہر اس روش کو چھوڑ دے جس میں برائی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نوع انسانی کو نقصان پہنچانے کا کوئی پہلو موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھا مسلمان وہ ہے جو اچھا انسان ہو۔ اسلام دراصل انسان سازی کا مذہب ہے۔ اسلام کا مقصد انسان کی فکری تطہیر اور عملی اصلاح ہے، جس آدمی کے دل میں اسلام اتر جائے وہ اپنے آپ اچھا انسان بھی بن جائے گا اور امن عالم کا داعی بھی۔

جس آدمی کی زندگی بھلائی سے خالی ہو اس کی زندگی یقیناً اسلام سے بھی خالی ہوگی۔ اور وہ اس وجہ سے فکری انتشار کا شکار ہو کر فرقہ بندی، علاقائی وقومی تعصب اور ذاتی مفادات کی وجہ سے دنیا کے امن کو تہ و بالا کر دے گا۔

علوم اسلامیہ کے مطالعہ کے بعد یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام کا مقصد تخلیقی (creative) انسان پیدا کرنا ہے۔ اللہ پر ایمان آدمی کے اندر تخلیقی اوصاف کو جگا دیتا ہے۔ وہ ہر اعتبار سے ایک نیا انسان بن جاتا ہے۔ اس کی سوچ عام سوچ سے اوپر اٹھ جاتی ہے۔ اس کا کردار دوسرے لوگوں کے کردار سے بلند ہو جاتا ہے۔ وہ زمین میں رہتے ہوئے ایک آسمانی انسان بن جاتا ہے وہ ظواہر میں جینے کے بجائے حقائق میں جینے لگتا

ہے۔ یہی وہ اصول ہیں جو سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے بنی نوع انسان میں فکری انتشار ختم کرتے ہیں اور یہی اصول امن عالم کے ضامن ہیں۔

۳۔ تیسرا اصول اپنے نظریات پر قائم رہنا:

فکری انتشار سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زندگی گذارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ فطری اور آسان ہو۔ جب ایسا طریقہ مل جائے تو پھر اپنی فکر کو اُسی طریقہ پر مرتکز کرکے اُس پر مضبوطی سے قائم رہا جائے۔ عمر فاروقؓ کا ایک قول ہے کہ:

خالطو ا الناس و انظرو ا الاّ تکلمو ادینکم.(۲۰)

لوگوں سے اختلاط کرو اور یہ دیکھتے رہو کہ تم اپنے دین کو زخمی نہ کرلو۔

اسلام میں یہ پسندیدہ بات نہیں کہ آپ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیں یہ امر بھی فکری انتشار کا باعث ہے۔ بلکہ اسلام میں یہ مطلوب ہے کہ آپ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے رہیں۔ یہ اختلاط اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام ایک دعوتی مذہب ہے، اور اختلاط کے بغیر دعوت کا کام نہیں ہوسکتا۔

اس کے علاوہ آپ کی شخصیت کی تکمیل اور ذہنی سکون کے لئے بھی اختلاط ضروری ہے۔ جب آپ لوگوں سے ملتے جلتے ہیں تو بار بار ایسے حالات پیش آتے ہیں جو آپ سے کسی ردعمل کا تقاضا کرتے ہیں مثلاً کسی آدمی نے کڑوی بات کہہ دی۔ اب آپ کو اس کا جواب دینا ہے۔ کسی سے آپ نے ایک وعدہ کرلیا، اسے آپ کو پورا کرنا ہے۔ کسی کی کوئی امانت آپ کے پاس آگئی جسے آپ کو ادا کرنا ہے۔ اس طرح کے معاملات کے دوران ہی آپ تربیت پاکر اسلامی اخلاق کے مالک بنتے ہیں۔ اور یہی اخلاق آپ کے فکری انتشار کو ختم کرتا ہے۔ کیونکہ آپ نے ان تمام امور کی انجام دہی کے لئے اپنے ایک فکری منبع سیرۃ النبی ﷺ کی اتباع کی ہے۔

تاہم اختلاط کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ دوسروں کا غلط اثر قبول کرلیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی دینی شخصیت کا ہمیشہ محافظ بنا رہے۔ وہ دوسروں سے اثر قبول کرنے کے بجائے خود دوسروں پر اپنا اثر ڈالنے کی کوشش کرے۔ وہ لوگوں کے درمیان داعی بن کر رہے، نہ کہ خود دوسروں کا مدعو بن جائے اس اصول کو ایک واقعہ سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۶ھ میں مسلمان فوجیں حضرت ابوعبیدہؓ کی قیادت میں شام کو فتح کرتے ہوئے فلسطین تک پہنچ گئیں۔ عیسائی بیت المقدس میں قلعہ بند ہوگئے اور مسلم فوجوں نے اس کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اس وقت

عیسائیوں کی طرف سے صلح کی پیش کشش ہوئی جس میں ایک خاص شرط یہ تھی کہ خلیفہ (عمر فاروقؓ) خود آکر عہد نامہ کی تکمیل کریں حضرت ابوعبیدہ نے عیسائیوں کی اس پیش کش سے خلیفہ دوم کو مطلع کیا۔ آپ نے اصحاب سے مشورہ کیا اور بالآخر مدینہ سے نکل کر فلسطین کے لئے روانہ ہوئے۔(۲۱)

حضرت عمر فاروق کے ساتھ ایک اونٹ تھا اور ایک خادم۔ جب آپ مدینہ کے باہر پہنچے تو آپ نے خادم سے کہا۔ ہم دو ہیں اور سواری ایک ہے۔ اگر میں سواری پر بیٹھوں اور تم پیدل چلو تو تمھارے اوپر ظلم کروں گا۔ اور اگر ہم دونوں اکھٹے سوار ہو جائیں تو ہم جانور کی پیٹھ توڑ ڈالیں گے۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہم راستہ کی تین باریاں مقرر کر لیں۔ چنانچہ سارا سفر اس طرح طے ہوا کہ ایک بار عمر فاروقؓ بیٹھتے اور خادم اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتا۔ پھر خادم بیٹھتا اور عمر فاروقؓ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے۔ اس کے بعد کچھ دور تک اونٹ خالی اور دونوں اس کے ساتھ پیدل چل رہے ہوتے۔ اس طرح سارا سفر طے ہوتا رہا۔(۲۲)

حاکم نے روایت کیا ہے کہ اس سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آپ اسلامی لشکر سے ملے تو ان لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک تہ بند باندھے ہوئے ہیں اور کسی قسم کا کوئی سامان آپ کے پاس نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ (فوج کے افسر اعلیٰ) نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو عیسائیوں کے فوجی افسروں اور ان کے مذہبی عہدیداروں سے ملنا ہے اور آپ اس حال میں ہیں عمر فاروقؓ نے کہا: اے ابوعبیدہؓ، کاش یہ بات تمھارے سوا کوئی اور کہتا۔

انا كنا اذل قوم فاعز نا الله بالا سلام ممهما نطلب العز بغير ما اعز نا الله به اذلنا الله. (۲۳)

ہم دنیا میں پست قوم تھے پھر اللہ نے اسلام کے ذریعہ ہم کو عزت دی۔ جب بھی ہم اس کے سوا کسی اور چیز کے ذریعہ عزت چاہیں گے تو اللہ ہم کو ذلیل کر دے گا۔

''لٰہذہ دنیا کے تمام امور میں چاہے وہ نجی ہوں یا اجتماعی، بین الملکی ہوں یا بین الاقوامی اپنے نظریات پر قائم رہنے سے ہی فکری انتشار ختم ہوتا ہے ورنہ انسان ہر وقت ذہنی پریشانیوں کا شکار رہتا ہے۔''

۴۔ چوتھا اصول:

سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اجتماعی امور میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا تھا۔

ما خيّر رسول الله ﷺ بين امرين الاّ اَ خذَ ايسرهما. (۲۴)

رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو معاملوں میں سے ایک کو لینا ہوتا تو آپ ہمیشہ دونوں میں سے آسان کو

لیتے تھے۔

یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے درمیان آپ کو جو معاملات پیش آتے تھے، ان میں آپ ہمیشہ آسان پہلو کا انتخاب فرماتے تھے جب ایک طریقہ امن کا ہو اور دوسرا طریقہ ٹکراؤ کا، ایک طرف نزاع ہو اور دوسری طرف موافقت ہو، ایک جنگ کا راستہ ہو اور دوسرا صلح کا راستہ ہو، تو ان تمام صورتوں میں آپ اسی صورت کو اختیار کرتے تھے جو نسبتاً سہل اور آسان ہو۔ غور کیا جائے تو یہ اصول آپ کی پوری زندگی پر چھایا ہوا نظر آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت ایک معلوم اور مشہور سنت ہے۔ مگر عام طور پر اس کا انطباق صرف چھوٹے چھوٹے امور میں کیا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھا رہے ہوتے اور پیچھے سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی جس کو اس کی ماں مسجد میں لائی تھی تو آپ نماز کو مختصر کر دیتے۔ اسی حالت میں آپ لمبی سورہ پڑھنے کے بجائے چھوٹی سورہ پڑھ کر نماز کو جلد ختم کر دیتے تاکہ بچہ کی ماں کو پریشانی نہ ہو۔ مگر زیادہ بڑے بڑے امور مثلاً فرقہ پرستی کے دوران، برادری قبیلہ خاندان کے تنازعات کے دوران، انتہاء پسندی کے رجحانات کے دوران، اپنے زیردستوں پر حکم چلانے کے دوران، بین الملکی و بین الاقوامی امور میں اس سنت کا ذکر نہیں کیا جاتا اور نہ بڑے امور میں اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس سنت کی تطبیق ہی امن عالم کے بواعث میں سے ایک باعث ہے۔(۲۵)

ذہنی آسودگی اور فکری انتشار کے حامل کردار میں فرق اور پاکستان:

سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں ذہنی آسودگی کے حامل افراد اور فکری طور پر منتشر لوگوں کے کردار میں یہ فرق ہوتا ہے کہ ذہنی پراگندگی کے شکار لوگ اپنی ذات کو چاہنے والے ہوتے ہیں تو وہ خیر کو چاہنے والا ہوتا ہے دوسرے لوگ اگر استحصال کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ نفع پہنچانے والا ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے مزاج میں اگر سرکشی ہوتی ہے تو اس کے مزاج میں تواضع ہوتی ہے۔ دوسرے لوگوں کی خصوصیت اگر جنگ پسند ہوتی ہے تو اس کی خصوصیت امن پسند۔ دوسرے افراد اگر لوگوں کو مار کر خوش ہوتے ہیں تو وہ لوگوں کو زندگی دے کر خوشی حاصل کرتا ہے۔ دوسروں کے پاس اگر لوگوں کے لئے نفرت کا تحفہ ہوتا ہے تو اس کے پاس صرف محبت کا تحفہ، خواہ دوسرے لوگ اس سے نفرت کا معاملہ ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔

وطن عزیز پاکستان میں فکری انتشار کی بیخ کنی کے لئے ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل ضروری ہے پاکستان کے تمام شہری انفرادی و اجتماعی طور پر وہ سنہری اصول اپنائیں جو سراسر سیرت نبوی ﷺ کے عین

مطابق ہوں۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی سیرۃ مبارکہ پر عمل پیرا ہونے سے ہی تمام انسانوں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً نوع انسانی سے محبت، شرک سے نفرت، توحید سے عشق، کفر سے دوری، انتہا پسندی کی مخالفت، دینی و دنیاوی امور میں غلو سے پرہیز، اسلام سے محبت، خواہشات کی غلامی سے نجات، راہِ حق میں سب کچھ دے دینے کی ہمت، ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان، حقوق اللہ وحقوق العباد کی اہمیت، اطاعتِ والدین کا ادراک، ہمسایوں کے حقوق کی پاسبانی اور صلہ رحمی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ ماحول، معاشرے اور ریاست کے عناصر و حقوق اور بحیثیت شہری اپنی ذمہ داریاں اور فرائض معلوم ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات جن کا آپ سابقہ سطور میں مطالعہ کر چکے ہیں، سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت کا مقصد دنیا میں امن حریت، اخوت اور مساوات قائم کرنا تھا۔ آپ ﷺ کی تعلیماتِ حکیمانہ سے وہ انقلاب برپا ہوا جس سے فکری انتشار ختم ہوا، ظلم و استبداد جڑ سے اکھڑ گئے غلام و آقا کا امتیاز نہ رہا۔ آپ کی زندگی، پاکستان کی حکومت و عوام اور ملت اسلامیہ کے لئے اسوۂ ہے مزید اخلاقی اور روحانی عظمت آپ کی سیرت کے وہ درخشاں پہلو ہیں جن کی اتباع ہمارے لئے قومی اور مذہبی شعار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیروی کے بغیر امن عالم کا قیام، دینی ترقی، مسلمانوں کو دنیاوی عظمت و رفعت، عروجِ مقام و مرتبہ اور حقیقی عزت حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہمیں قول و فعل گفتار و کردار میں انفرادی و اجتماعی طور پر آپ ﷺ کے ایمانِ کامل، تدبر، حلم، حوصلہ، استقلال، جدوجہد اور انصاف پسندی کو اپنانا ہوگا انہیں اصولوں کے ذریعہ ہم پہلے پاکستان میں ذہنی انتشار ختم کر کے امن قائم کر سکتے ہیں اور پر، ساری دنیا کو اس کی دعوت دے سکتے ہیں اگر ان اصولوں کو نہ اپنایا گیا تو سورج کا تو مغرب سے نکلنا ممکن ہے لیکن دنیا میں امن قائم ہونا ناممکن ہے اور پھر صورت حال یہ ہوگی کہ:

خلاصہ بحث

آج دنیا کی صورت حال پر صرف عامیانہ نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دور حاضر میں فکری انتشار کی حامل حکومتوں نے امن عالم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے مزید سید البشر ﷺ کی تعلیمات کو ترک اور دوسرے انسانوں کے نظریات کی پیروی کی وجہ سے آج اس عالم مادی میں ہر طرف انسانیت سسکیاں بھر رہی ہے، ہر گلی کوچے میں انسانوں کا لہو بہہ رہا ہے، جانوروں کا خون مہنگا ہے لیکن انسانوں کا خون ارزاں ہو چکا ہے، خطہ ارضی پر ہر طرف چیخیں ہیں، آہیں ہیں، بنی نوع انسان دھاڑ دھاڑ کر رو رہی ہے۔ عورتوں کی

عفتوں کے دامن تار تار ہو رہے ہیں، معصوم اور شیر خوار بچوں کے گوشت کے چھیتڑے دنیا کی فضاء میں اڑ رہے ہیں، بوڑھوں کی غم زدہ پکار سے کائنات کی ہوائیں بوجھل ہوتی جا رہی ہیں، ہر خطہ میں ظلم کی اس حد تک انتہاء ہو چکی ہے کہ انسانیت کو زندہ در گور کر دیا جاتا ہے اور کچھ مدت کے بعد اجتماعی قبروں کا سراغ ملتا ہے، انسانیت کشی کے علم بردار اور خون آشام ہاتھوں کے مالک لوگ اور قومیں دنیا کی سردار بنی ہوئی ہیں اور انسانیت ان کے روزانہ نت نئے حملوں کو برداشت کرتی ہوئی اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ چیخے تو چیخ نہیں سکتی، روئے تو رو نہیں سکتی، سسکیاں بھرنا چاہئے تو سسکیاں نہیں بھر سکتی، آہ نکالنی چاہئے تو وہ بھی نہیں نکال سکتی، اس سخت تیرہ تر دراز تر اور محیط تر اندھیرے ماحول میں صرف اور صرف سید البشر ﷺ کی تعلیمات ہی فکری وحدت میسر کر سکتی ہیں اور اس کا عملی نمونہ سیرت النبی ﷺ کا پیغام ہی دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے مزید اولاد آدم علیہ السلام کو دوبارہ اس کا کھویا ہوا مقام اور انسانیت کے چشمہ سے سیراب کر سکتے ہیں، ورنہ یہ دنیا ہمیشہ ہمیشہ اس اندھیرے میں بھٹکتی رہے گی۔ (واللہ اعلم)

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلم رات کی سیماب پا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

حوالہ جات وحواشی

۱)۔ ابن کثیر عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورہ والتین۔
۲)۔ منصور پوری، سید سلمان، رحمۃ اللعالمین، لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز (س۔ن) 69/3
۳)۔ رضوی سید واجد علی۔ رسول اکرم ﷺ میدان جنگ میں ص۔272 مزید دیکھئے، ڈاکٹر ثانی صلاح الدین، بابری مسجد کی شہادت۔ لاہور جنگ پبلشرز، 1993۔ ص:42، ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، آل عمران:112
۴)۔ نقوش رسول نمبر 313/4
۵)۔ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ البروج:4
۶)۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانکا۔ تشریح لفظ سپین (SPAIN)
۷)۔ منصور پوری رحمۃ للعالمین۔214/2
۸)۔ مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، تفسیر الاحزاب:21

۹)۔ حقی۔ اسماعیل بن مصطفےٰ حنفی۔ تفسیر روح البیان۔ تفسیر النمل:92

۱۰)۔ ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر النون:4

۱۱)۔ مولانا وحیدالدین خان، دین انسانیت، لاہور، دارالتذکیر:2008۔ ص:278

۱۲)۔ قِسطلانی۔ جواھرالبخاری۔ حدیث نمبر 9

۱۳)۔ قِسطلانی۔ جواھرالبخاری حدیث نمبر 652-654

۱۴)۔ ابوداؤد۔ امام سنن ابی داؤد۔ 124/2

۱۵)۔ مولانا بدرعالم۔ ترجمان السنۃ حدیث نمبر 441

۱۶)۔ بخاری امام، صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من ھم افضل الناس۔ قسطلانی۔ جواھرالبخاری حدیث نمبر 392

۱۷)۔ عسقلانی، ابن حجر فتح الباری، 462/10 مزید دیکھئے مولانا بدرعالم۔ ترجمان السنۃ۔ حدیث نمبر 444

۱۸)۔ ابوداؤد۔ امام سنن ابی داؤد۔ 5/3

۱۹)۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر النساء:48 مزید دیکھئے۔ مولانا بدرعالم۔ ترجمان السنۃ۔ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی۔ (ت۔ن) حدیث نمبر 430

۲۰)۔ عسقلانی ابن حجر، فتح الباری 543/10 مزید دیکھئے قِسطلائی محمد بن الحسین: جواھرالبخاری باب الحیاء والانبساط۔ حدیث نمبر 677

۲۱)۔ ثروت صولت ڈاکٹر۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ۔ لاہور۔ اسلامک پبلشرز 1993 ص 98

۲۲)۔ حوالہ سابقہ

۲۳)۔ حاکم امام۔ المستدرک علی الصحیین۔ بیروت۔ دار الکتب العلمیہ۔ 1992۔ (تحقیق مصطفے عبدالقادرعطاء) 130/1

۲۴)۔ عسقلانی ابن حجر، فتح الباری 654/6

۲۵)۔ مولانا وحیدالدین خان، دین انسانیت، ص:317 مزید دیکھئے قِسطلانی۔ جواہرالبخاری حدیث نمبر 115